مسئلہ ایلاء کا تحقیقی جائزہ: تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل کی روشنی میں

Analytical Study of the Ilā in the Light of Tafsīr al-Iklīl Fī Isṭinbat al-Tanzīl

Nusrat Bano
M phil. Research Scholar, Faculty of Islamic Studies, University of Baluchistan, Quetta:nusrat.b8448@gmail.com
Dr Kalemullah Dawod
Lecturer, Faculty of Islamic Studies, University of Baluchistan, Quetta:kaleem511@gmail.com

Abstract:

Islamic jurisprudence has given much attention to family law and marital issues. One of fiqhī matter related to family life is "Ilā". When a person swears an oath to abstain from marital relations or imposes a significant penalty upon himself about his wife it is called Ilā. In this research article Ilā has been discussed and addressed. In the pre-Islamic era, a practice known as "Ilā" was prevalent, where a man would make an oath to abstain from marital relations with his wife and leave her in a state of suspension. During this period, he wouldn't treat her as a wife but also wouldn't divorce her to set her free, allowing her to go wherever she pleased. Islam introduced a significant modification to this pre-Islamic tradition. It mandated that in such cases, the husband must revoke his oath within four months, otherwise his wife would be granted an irrevocable divorce. If the husband revoked his oath, he would be required to fulfill an expiation, which could be feeding ten needy individuals, clothing them, or emancipating a slave. If he couldn't do any of these, he had to have fast for three days.

Keywords: Tafsīr al Iklīl, Sayuṭī, Kaffara, Ilā, Islamic Law, Fast

شریعت اسلام کے کچھ مسائل ایسے ہیں جو پردہ خفاء میں ہیں، خواصِ امت اور مقداءان ملت کے علاوہ دیگر امت اس سے بالکل نابلد اور ناآشنا ہیں، امت کے مقتدر حلقہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے مسائل کو عوام وخواص کے سامنے رکھے تاکہ ان مسائل کا علم عام ہو جائے اور اس لاعلمی کی وجہ سے امت کا جو نقصان ہوا ہے وہ اور زیادہ نہ ہو، ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے مسائل کی منبر و محراب سے ہوتا ہوا یونیورسٹیز اور شعبہ نشر و اشاعت تک ہر جگہ اور ہر مقام پر ان کا پرچار کیا جائے تاکہ اُمت کو لاعلمی کا عذر نہ ہو انہی پوشیدہ مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ جو ہمارے اس آرٹیکل کا حصہ ہے مسئلہ ایلاء ہے سب سے پہلے اس کا تعارف کیا جائیگا اس کے بعد اس کے فقہی احکام و مسائل بیان کئے جائیں گے۔

تعارف:

دین اسلام کے تشریح کرنے والے فقہی علماء کرام نے ایلاء کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک میاں بیوی کے درمیان ایک عائلی معاملہ ہے شریعت میں ایلاء سے مراد میاں اپنی بیوی کو مطلق طور پر یا ہمیشہ کے لئے یا چار مہینے یا اس سے زیادہ مدت کے لئے صحبت نہ کرنے کی یوں قسم کھالے کہ اللہ کی قسم میں اپنی بیوی کے پاس نہیں جاونگا یا یوں کہے کہ اللہ کی قسم میں چار مہینے تک اپنی بیوی کے پاس نہیں جاونگا یعنی اس سے صحبت نہیں کروں گا یا اپنے اُوپر کوئی ایسی چیز لازم کریں جس کی ادائیگی ایک گونہ دشوار اور مشکل ہو یہ بھی ایلاء ہی شمار ہو جائیگا۔

ایلاء کا لغوی معنی ومفہوم:

ایلاء کے حروف اصلی "ا، ل، و" ہیں اس مادے سے قرآن میں جو لفظ مذکور ہے وہ سورت النور کی آیت نمبر ۲۲ میں یوں ہے:

وَلَا يَتَأَلِ أُولُو الفَضْلِ منكم"[1]

"تم میں سے اصحاب فضل قسم نہ کھائے۔"

---

[1] سورہ النور: ۲۴:۲۲

Sura al-Noor:24:22

علامہ مرتضی زبیدی اپنی نابغہ روزگار عربی لغت "تاج العروس" میں اس لفظ کے حوالے سے یوں رقمطراز ہے:

"وآلَى يُؤْلِي إيلَاء وائْتَلَى يَأْتَلي ائْتِلاءً وتَأَلَّى يَتَأَلَّى أَقْسَمَ وحَلَفَ"[2]

ایلاء تین ابواب افعال، افتعال اور تفعُّل سے قسم لینے کے معنی میں آتا ہے "

فقہ حنفی کے معتبر فقہی عالم علامہ سرخسی رحمہ اللہ ایلاء کے لفظی معنی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"الْإِيلَاءُ فِي اللُّغَةِ هُوَالْيَمِينُ"[3]

"ایلاء لغت میں قسم کو کہتے ہیں"

معلوم ہوا کہ ایلاء کا لفظ لغوی طور پر قسم اور حلف کے معنی پر مشتمل ہے فقہ کے جو مسئلہ "ایلاء" کے نام سے معروف و مشہور ہے اس میں قسم کا عنصر داخل ہونے کی وجہ اسے ایلاء کہا جاتا ہے۔

ایلاء کی اصطلاحی تحقیق:

فقہ میں ایلاء ایک مصطلح لفظ ہے اس کا شرعی مفہوم اور معنی اور اصطلاحی حقیقت کے حوالے سے قرآن کریم کی آیت سب سے زیادہ قابل اہمیت ہے جس میں اللہ تعالی کا ارشاد گرامی قدر ہے:

" لِلَّذِينَ يؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ"[4]

"وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے پاس نے جانے کی قسم کھا لیتے ہیں ان کو چار مہینے تک کی مہلت ہے۔"

---

[2]. مرتضی زبیدی، محمّد بن محمّد، تاج العروس، بیروت، دار الھدایۃ، ج:۳۷، ص:۵۱

Murtaza, Zubaidī, Muhammad ibn e Muhammad, Taj ul Uroos, Beruit, Dar ul Hadaya, Vol:37, P:51

[3]۔ محمد بن احمد سرخسی، مبسوط، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ، ج:۷، ص:۱۹

Muhamad ibn e Aḥmad Sarakhsī, Mabsoot, Beruit, Dar ul Marafa, 1414, Vol:7 , P:19

[4]۔ سورہ البقرۃ:226:2

Sura Al-Baqra, 2:226

اس آیت کو سامنے رکھتے ہوئے ایلاء کے شرعی اور اصطلاحی معنی میں دو چیزیں ملحوظ خاطر ہیں پہلی چیز قسم لینا ہے دوسری چیز یہ کہ چار یا چار مہینے سے زیادہ مدت ہو اگر اس سے کم مدت ہو تو ایلاء نہیں ہوگا جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر "اکلیل فی استنباط التنزیل" میں مذکورہ آیت کے حوالے سے رقمطراز ہے:

"وفي الآية ردعلى أن من حلف على دون أربعة أشهر ولو يوماً يتركها أربعة أشهر من غيرجماع"[5]

"آیت کریمہ میں ان حضرات پر رَد کیا گیا ہے جو چار مہینے سے کم مدت کی قسم لینے خواہ ایک دن کم ہو اور پھر بیوی کو چار مہینے تک چھوڑ جاتے ہیں کو بھی ایلاء شمار کرتے ہیں"

انہی دو چیزوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ایلاء کا اصطلاحی اور شرعی معنی کے بارے میں ڈاکٹر وھبہ الزحیلی اپنی مایہ ناز فقہی کتاب "الفقہ الاسلامی وادلتہ" میں رقمطراز ہے:

"هوالحلف باللهِ اوبصفة من صفاته اوبنذراوتعليق طلاق على ترك قربان زوجته مدة مخصوصة"[6]

"ایلاء سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی ذات اور صفات میں سے کسی صفت کا قسم لینا یا یوں نذر ماننا کہ میں مخصوص مدت (چار مہینے) تک اپنی بیوی کے پاس نہیں جاونگا۔"

چنانچہ علامہ ماوردی "الحاوی کبیر" میں لکھتے ہیں:

" فَهُوَ الْحَلِفُ عَلَى زَوْجَتِهِ أَنْ لَا يَطَأَهَا مُدَّةً يَصِيرُ بِهَا مُولِيًا "[7]

---

[5] ۔ عبدالرحمان سیوطی، الاکلیل فی استنباط التنزیل، مکتبہ العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۱ء، ص:۵۳

Abdurehman Sayutī, Al-Ikleel fi Istinbat i Tanzeel, Beruit, Maktabat ul Ilmiya , 1981,P:59

[6] ۔ وھبہ بن مصطفی زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دارالفکر، بیروت، ج:۹، ص:۵۰۳

Wahba ibn e Mustafa Zuhailī, Alfiqh ul islami wa adillatohu, Beruit, Dar ul fikar, Vol:9.P:505

[7] ۔ أبوالحسن علي بن محمد الماوردی، الحاوی الکبیر، دار الكتب العلمية، بیروت، 1999، ج:۱۰، ص:۱۸۴

"(چار مہینے) کی مدت تک بیوی سے ہمبستری نہ کرنے کی قسم کھانا"

ان تعریفات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ تب ہے جب کوئی ایلاء کا ارادہ رکھتا ہو اور اگر ایلاء کا ارادہ نہ رکھتا کوئی اور مسئلہ مثلا کوئی تکلیف ہو جس کی وجہ سے یہ بیوی کو بغیر قسم کے چھوڑ جاتا ہے تو یہ ایلاء نہیں ہو گا جیسا کہ علامہ سیوطی نے تفسیر "اکلیل فی استنباط التنزیل" میں لکھا ہے:

"استدل بتخصیص هذاالحکم بالمولی علی ان من ترک الوط ء
ضرارابلایمین لایجری علیه هذاالحکم"[8]

"علماء نے آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ اس حکم کا تعلق ایلاء
کرنے والے سے ہے اور اگر کوئی کسی بیماری کی وجہ سے بغیر قسم کے بیوی
کے ساتھ ہمبستری چھوڑ جاتا ہے اس پر یہ حکم جاری نہیں ہو گا"

الغرض ایلاء شریعت مطہرہ کا ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں کم سے کم چار ماہ تک اپنے بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کھانا ہے اس مسئلے میں اسلام نے رسم جاہلیت کا سد باب کرتے ہوئے یہ حکم صادر کیا کہ بیویوں پر جو ظلم کیا جارہا ہے اور غیر معینہ مدت کے بلا طلاق کے چھوڑ جاتے ہیں اگر چارہ ماہ تک انہوں نے اس رسم جاہلیت سے رجوع نہ کیا تو ایلاء میں اس کی بیوی خود بخود جدا ہو جائیگی۔

ایلاء کا پس منظر:

زمانہ جاہلیت میں عرب معاشرہ کے مردوں کا یہ رواج تھا کہ وہ بیویوں کے ساتھ حیوانوں جیسا سلوک کرتے تھیں چنانچہ جب بیوی یا اس کے رشتہ داروں میں سے کسی کے ساتھ کسی بات پر ناراض ہو جاتے تو قسم کھاتے کہ میں بیوی کے پاس نہیں جاونگا اس طرح وہ خاتون بیچاری ایک غیر معلوم مدت تک لٹکی رہتی تھی نہ اسے بیوی

Abul-Hasan Ali ibn e Muhammad al-Mawrdī, Al-Hawī al-Kabeer, Beruit, Dar ul kutoob ilmiya, 1999, Vol:10, P:184

8۔ عبدالرحمان سیوطی، الاکلیل فی استنباط التنزیل، ص:۵۳

Abdurehman Sayutī, Ikleel fī Istinbat e Tanzeel, P:53

جیسے حقوق ملتے تھے اور نہ کئی کسی اور جگہ شادی کرسکتی تھی اس حلف اور قسم کو ایلاء کہا جاتا تھا مفسرین کرام نے ایلاء کا یہی پس منظر یوں بیان کیا ہے:

"کان ذالک ضرارا من اھل الجاھلیة کان الرجل لایحب امراءته ولایریدان یتزوجھا غیره فیحلف ان لایقربھاابدافیترکھا"[9]

"اس طریقے سے زمانے جاہلیت کے لوگ اپنی بیوی کو تکلیف دیتے تھے جب یہ لوگ اپنی بیوی کو(کسی وجہ سے)ناپسند کرتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ میری بیوی کسی اور سے شادی بھی نہ کریں تو قسم کھالیتے کہ میں اپنی بیوی کے قریب تک نہیں جاونگا پھر اس کو اسی حالت میں چھوڑ جاتے تھے۔"

اسلام نے خواتین کی دادرسی کرتے ہوئے اس قانون میں اس طرح ترمیم فرمائی کہ ایلاء کرانے والا شخص یا تو چار مہینے کے اندر اپنی قسم توڑ کر اس کا کفارہ اداء کریں ورنہ چار مہینے کے بعد بیوی خود بخود نکاح سے نکل جائے گی قرآن کریم میں اس حوالے سے اللہ تعالی کا ارشاد گرامی قدر ہے:

"للذین یولون من نسائھم تربص اربعة اشھرفان فاءُوافان الله غفورالرحیم"[10]

"وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں ان کو چار مہینے کی مہلت دی جاتی ہے اگر وہ اپنے قسم سے واپس لوٹ جاتے ہیں تو اللہ بخشنے والا رحیم کرنے والا ہے"

مذکورہ آیت کریمہ میں اس ترمیم کا تذکرہ ہے کہ ایلاء بذات خود موجود ہے اب اس کی دو صورتیں ہیں یا تو چار مہینے کے اندر اندر اپنا قسم توڑ کر اس کا کفارے دے اور ایلاء ختم ہو جائیگا اور اس کی بیوی اس کے نکاح میں رہے

9۔ قاضی ثناءاللہ پانی پتی، تفسیر مظہری،ج:۱،ص:۲۹

Qazi Thanaullah Panipatī, Tafseer Mazharī, Vol:1, P:29

10۔ سورہ البقرۃ:۲:۲۲۶

Sura al-Baqara, 2:226

گی اب اس کے ساتھ بہتر ور یہ اور اچھا برتھاو کریگا اور اسے نان ونفقہ اور رہنے کے لئے مکان دیگا اگر ایسا نہیں کرتا تو اس قانون کا دوسرا شق خود بخود نافذ ہو جائیگا وہ یہ کہ جونہی چار مہینے پورے ہو جائے میاں بیوی کے درمیان تفریق ہو جائیگا اور بیوی آزاد ہو جائیگی جہاں چاہئے نکاح کر سکتی ہے اور اب یہی شوہر اگر اس کو واپس بیوی بنانا چاہتا ہے تو نیا نکاح کریگا جس میں بیوی کی رضامندی شرط ہے اس آیت میں اسلام نے ایلاء کو نہ کیا اور نہ فسخ نکاح کے مترادف قرار دیا اور نہ ہی ایلاء کو عہد جاہلیت کی طرح اسی انداز مین برقرار رکھا بلکہ یہ ایلاء باقی ہے اور فسخ نکاح اور طلاق کا پیش خیمہ ہے اگر ٹھنڈے دل سے ایک دوسرے کے ساتھ اچھی زندگی گزار سکتے ہیں تو پھر سے اپنے تعلقات بحال کر کے قسم کا کفارہ دے کر بیوی کو اپنی زوجیت میں رکھے ورنہ چار مہینے کے بعد وہ خود بخود جدا ہو جائے گئی۔

ایلاء کے احکام ومسائل:

ایلاء کا حکم دو شقوں پر مشتمل ہے پہلا شق یہ کہ اگر چار مہینے تک اپنے حلف اور قسم پر برقرار رہا ہے تو چار مہینے پورے ہو جانے کے فورا بعد میاں بیوی کے درمیان جدائی ہو جائے گی دوسرا شق یہ ہے کہ اگر انہوں نے چار مہینے سے پہلے پہلے بیوی کی طرف مراجعت کرتے ہوئے ایلاء میں جو قسم لیا تھا اس کا کفارہ دے دیں "بدائع الصنائع کے مولف علامہ کاسانی رقمطراز ہے:

"اماا صل الحکم فھووقوع الطلاق بعدمضی المدة"[11]

"جہاں تک بات ہے ایلاء کے اصل حکم کا تو ایلاء کا زمانہ گزر جانے کے بعد طلاق واقع ہو جائیگا"

امام شافعی کا قول ہے کہ مدت ایلاء چار ماہ ہے لہذا چار ماہ گزر جانے کے بعد ایلاء ہو جائیگا جب کہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جب چار مہینے پورے ہو جائے اور چوتھے مہینے کا آخری دن ہوگا ایلاء واقع ہو جائیگا اس دن کا گزرنا اور آگلے دن کا شروع ہونا ضروری نہیں ہے اس بات کو تفسیر اکلیل میں علامہ سیوطی نے یوں بیان فرمائی ہے:

"استدل الشافعي بها على من آلى أربعة أشهر فقط لا يكون مؤلياً خلافاً لأبي حنيفة"[12]

---

[11] ۔کاسانی، علاءالدین، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع، ج:۷، ص:۳۲۸

Alaodeen Abu Bakar ibn e Masood Kasanī, Badaye Sanaye, Vol:7,P:328

[12] ۔ عبدالرحمان سیوطی، الاکلیل فی استنباط التنزیل، ص:۵۴

"امام شافعی نے آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ صرف چار ماہ کے قسم کھانے سے ایلاء نہیں ہوگا (بلکہ چار مہینے پورے ہونے کے بعد کچھ وقت کا گزرنا شرط ہے) جب کہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ پورے چار مہینے سے ایلاء واقع ہو جائیگا۔"

الغرض یہ تو ایلاء کا اجمالی حکم ہے کہ مدت کے اندر رجوع نہیں کیا تو طلاق پڑ جائیگی اور اگر رجوع کر لیا تو کفارہ دینا پڑیگا علماء کرام نے کفارے کی کچھ تفصیل بیان فرمائی ہے جو کہ یوں ہے:

کفارہِ ایلاء کی تفصیل:

کفارہ ایلاء کے بارے میں کچھ علماء کرام اور ائمہ مجتہدین کا خیال ہے کہ ایلاء کا کوئی کفارہ نہیں ہے جب کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ایلاء کا کفارہ ہے جو علماء فرماتے ہیں کہ ایلاء کا کوئی کفارہ نہیں ہے ان میں سر فہرست نام حسن بصری رحمہ اللہ کا ہے مفسرین نے حسن بصری کا قول یوں نقل کیا ہے:

"قال الحسن اذا فاء المولی فلا کفارۃ علیه لان الله تعالی وعده المغفرۃ والرحمة"[13]

"امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ جس کسی نے ایلاء سے رجوع کر لیا اس پر کوئی کفارہ واجب نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالی نے ایلاء کے بحث میں مغفرت اور رحمت کا وعدہ فرمایا ہے۔"

جب کہ جمہور کا قول یہ ہے کہ ایلاء کا کفارہ ادا کرنا پڑیگا:

"وعند الجمهور يجب عليه الكفارة"[14]

"جمہور کا قول ہے کہ کفارہ واجب ہوگا"

علامہ ماوردی شافعی نے یہی مذہب امام ابو حنیفہ کا نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

Abdurehman Sayutī, Ikleel fī Istinbat e Tanzeel, P:54

[13] ۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج:۱، ص:۲۹۱

Qazi Thanaullah Panipatī, Tafseer Mazharī, Vol:1, P:291

[14] ۔ ایضا

Ibid

"مَاحُكِيَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ يكون إيلاءيؤجل فيه أربعة من أَشْهُرٍفَإِنْ وَطِئَ فَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ"[15]

"امام ابو حنیفہ سے جو منقول ہے وہ یہ کہ ایلاء میں چار مہینے کی مہلت دی جائیگی اگر انہوں نے (رجوع کر کے) جماع کیا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔"

جمہور کے مطابق ایلاء کے قسم کا کفارہ ایک دن میں دس مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا کپڑے پہنانا یا غلام آزاد کرنا ہے اگر یہ نہ ہوسکے تو تین دن روزہ رکھنا ہے، یہ حکم نص قطعی یعنی قرآن کریم سے ثابت ہے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے:

"فکفارته اطعام عشرة مساکین من اوسط ماتطعمون اهلیکم اوکسوتهم اوتحریر رقبه فنم لم یجدفصیام ثلاثه ایام ذالک کفارة ایمانکم اذاحلفتم"

"پس ایلاء کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکنوں کو متوسط درجے کا وہ کھانا کھلایا جائے جو تم لوگ اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا کپڑا دو یا کوئِ ایک غلام آزاد کرو اور اگر ان میں سے کوئی چیز نہ پائی جائے تو اس صورت میں تین دن تک روزے رکھے جائے یہ تمھارے قسموں کا کفارہ ہے (جس کو تم توڑ دیا ہے۔)"

فقہاء کرام نے کفارہ ایلاء کی قسم کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر کھلانا کھلانا ہے تو کسی غریب کو متوسط انداز میں دو وقت کا کھانا کھلایا جائے خواہ ایک مسکین کو دس دن کھلایا جائے یا دس مسکنوں کو ایک دن کھلایا جائے اور اگر کپڑا پہنانا ہو تو کپڑا ایسا ہو کہ اس سے جسم کا اکثر حصہ چھپ جائے اور رقبہ سے مراد غلام یا باندی آزاد کرنا ہے جو کہ آج کل مفقود ہے۔[16]

---

15 ۔ أبوالحسن علي بن محمد الماوردی، الحاوی الکبیر، ج:١٠،ص:١٨٤

Abulhasan Ali ibn e Muhammad Almawrdai, Al-Hawi al-Kabeer, Vol:10, P:184

16 ۔ مفتی محمد شفیع عثمانی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ١٩٨٧ء، ج:١، ص:٥٤٣

Mufti Muhammad Taqi Usmani, Marif ul Quran, Idara Marif, Karachi, 1987, Vol:1, P:543

کفارہ کے مذکور تین صورتوں میں اللہ تعالی نے لفظ "او" استعمال کیا ہے جس کا معنی ہے کہ ان میں سے جس پر عمل کر سکتا ہو کرلے البتہ بہتر یہ ہے کہ ماحول اور غرباء کی حالت کے اعتبار سے کفارہ دیا جائے یہاں آیت کریمہ میں لفظ "او" اختیار کے لئے ہے جیسا کہ تفسیر مدارک میں ہے:

"معنی اولتخیروایجاب احدی الکفارات الثلاث""17

"یہاں لفظ "او" کا اختیار دینا ہوتا ہے اور تین کفاروں میں سے کسی ایک کو لازم کرنا ہوتا ہے"

فقہاء مالکیہ نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ ضرورت کا اعتبار کیا جائے جس چیز کی ضرورت زیادہ ہو وہی چیز دی جائے ابن العربی مالکی رقمطراز ہے:

"انهاتكون بحسب الحال فان علمت محتاجافالاطعام افضل لانک لانک اذا اعتقت لم ترفع حاجتهم وزدت محتاجا"18

"یہ تمام احکام حالات کے اعتبار سے دینا مناسب ہے جس وقت محتاج زیادہ ہو اس وقت کھانا کھلانا زیادہ افضل ہوگا کیونکہ اگر اس وقت آپ کسی غلام کو آزاد کروگے تو آپ نے محتاج کی دارر سی نہیں کی بلکہ ایک محتاج کو اور زیادہ کردیا۔"

جہاں تک بات ہے ایلاء میں روزے کا تو یہ تین روزے متواتر ہونی چاہئیں اگر اس بات کا خیال نہ رکھا گیا اور درمیان میں جماع کیا تو کفارہ ٹوٹ جائیگا اور پھر نئے سرے سے روزے رکھنے پڑیں گیں علامہ سیوطی نے تفسیر اکلیل میں اس بات کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے:

17۔ عبداللہ بن احمد نسفی، مدارک التنزیل، مکتبہ العلم، لاہور، س ن، ج:۲، ص:۶۸

Abdullah ibn e Ahmad Nsafi, Madarak ul Tanzeel, Maktaba ilmiya, Lahore, No year, Vol:2, P:68

18۔ محمد بن عبداللہ ابن العربی، احکام القرآن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۲۰۰۳، ج:۱، ص:۱۵۷

Muhammad ibn e Abdullah Ibn e Arabi, Ahkam ul Quran, Dar ul Kutob ul Ilmiya, 2003, Vol:1, P:157

"قوله تعالى (للذين يولون) قال الكياليس فى نظم القرآن مايدل على الجماع ولاعلى الحلف على مدة معلومة فاختلف العلماء"19

"اللہ تعالیٰ کا قول {لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ} علامہ الکیانے فرمایا کہ قرآنی الفاظ دو چیزوں سے خالی ہے جماع اور قسم سے اسی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے علماء کرام نے (ایلاء کے حکم میں) اختلاف کیا ہے۔"

یعنی جب کوئی شخص ایلاء کے قسم کا کفارہ روزے رکھ کر ادا کر رہا ہو اور اسی دوران انہوں نے ابھی تک روزے پورے نہیں کئیں کہ جماع کر لیا تو اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا کفارہ باطل ہو گیا؟ اور کیا اب نئے سرے سے تین روزے رکھنے پڑینگیں؟ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کفارہ بطل ہو گیا اور اب نئے سرے سے روزے رکھنے پڑینگیں اور یہی مختار قول ہے۔اس حوالے سے ایک اور ضروری مسئلہ بیان کرنے کی ہے کہ روزہ رکھنے کی یہ مذکورہ رعایت تب تک ہے جب تک باقی چیزوں پر قدرت نہ ہو جونہی عدم قدرت کا عذر ختم ہو گیا اور روزے سے پہلے یا ایک دو روزے رکھنے کے بعد دیگر چیزوں پر قدرت حاصل ہوگئی تو روزہ ختم کرے اور دیگر اشیاء سے کفارہ دیدے چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے کفارہ کے روزے شروع کئے اور دو روزے ہو بھی چکے تھے کہ اسے بعام یا لباس پر قدرت حاصل ہوگئی تو اب تیسرا روزہ رکھنے کے بجائے اسے اصل کفارہ (لباس بعام) ہی دینا چاہیے[20]

آخر میں ایک ضروری بات یہ یاد رکھنے کی ہے کہ ایلاء کے یہ احکام مکلف بندے پر مرتب ہوتے ہیں غیر مکلف بندے پر یہ احکام لازم نہیں ہے فقہاء رکام نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے جیسا کہ علامہ سیوطی نے تفسیر اکلیل میں بھی یہ بات اس انداز میں لکھی ہے:

19۔ عبدالرحمان سیوطی، الاکلیل فی استنباط التنزیل، ص:۵۳

Abdurehman Sayuti, Ikleel fi Istinbat e Tanzeel, P:53

20۔ الحدادي، أبو بكر بن علي، الجوهرة النيرة، المطبعة الخيرية، بيروت، 1322ھ، ج:۲، ص:۵۷

Abu Bakar ibn e Ali Alhadadi, Jaoharat u Nayara, Matbaat ul Khairiya, Beruit, 1322, Vol:2, P:57

"قوله تعالى: {لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ} الآية.واستدل من الآية ان الايلاءليس بصحيح من غيرالمدخول بهاوالصغيرة"[21]"اللہ تعالی کا قول: {لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ} اس آیت سے ان حضرات نے بھی استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ جس کے ساتھ دخول نہ ہوا ہو اور جو چھوٹی بچی ہو اس کے ساتھ ایلاء صحیح ہے۔"

علامہ شیرازی اپنی فقہی تالیف "المہذب" میں لکھتے ہیں:

"يصح الإيلاء من كل زوج بالغ عاقل قادرعلى الوطء"[22]"ایلاء ہر بالغ،عاقل اور جماع پر قدرت رکھنے والے شوہر کی طرف سے صحیح ہے۔"

خلاصہ بحث

ایلاء میاں اور بیوی کے درمیان ایک عائلی معاملہ ہے شریعت میں ایلاء سے مراد میاں اپنی بیوی کو مطلق طور پر یا ہمیشہ کے لئے یا چار مہینے یا اس سے زیادہ مدت کے لئے صحبت نہ کرنے کی یوں قسم کھالے کہ اللہ کی قسم میں اپنی بیوی کے پاس نہیں جاونگا یایوں کہے کہ اللہ کی قسم میں چار مہینے تک اپنی بیوی کے پاس نہیں جاونگا یعنی اس سے صحبت نہیں کروں گا یا اپنے اُوپر کوئی ایسی چیز لازم کریں جس کی ادائیگی ایک گونہ دشوار اور مشکل ہو یہ بھی ایلاء ہی شمار ہو جائیگا۔

ایلاء کا وجود آج کل بہت ہی کم ہے در حقیقت ایلاء زمانہ جاہلیت میں ایک غلط رسم مروج تھا کہ جب میاں کو اپنی بیوی سے کسی وجہ سے کوئی ناراضگی ہو جاتی تو سے طلاق دینے کے بجائے اس سے ایلاء کرتے جس کی وجہ سے وہ خاتون ساری زندگی نہ کسی اور نہ ہی یہی بندہ اس کو بیوی والے حقوق دیتے تھے یہ بیچاری درمیا لٹکتی رہتے تھی اور اسی حالت میں اسے موت آجاتی تھی اسلام نے ایلاء کا مذکورہ قانون کو اک نیا شکل دیدیا کہ اگر چار مہینے کے اندر وہ رجوع

---

[21]۔ عبدالرحمان سیوطی،الاکلیل فی استنباط التنزیل،ص:۵۴

Abdurehman Sayuti, Ikleel fi Istinbat e Tanzeel, P:54

[22]۔ الشیرازي ،ابراهيم بن علي،المهذب في فقہ الإمام الشافعي،دارالكتب العلمية،بیروت،س ن،ج:۳،ص:۵۲

Ibraheem ibn e Ali Sherazi, al-Muhazab fi fiqh imam al-Shafi, Dar ul Kutab ul Ilmiya, Beruit, no year, Vol:3, P:52

کریگا تو اپنے ایلاء اور قسم کا کفارہ دیدے ورنہ چار مہینے کے بعد اس کی بیوی طلاق ہو جائیگی اب اسے اختیار ہوگا کہ جہاں چاہے اپنا نکاح کرسکتی ہے۔

ایلاء کا حکم یہ ہے کہ اگر ایلاء کرنے والا شخص اس عورت سے چار ماہ تک صحبت نہ کرے تو چار مارہ بعد خود بخود طلاق بائن پڑ جائے گی اور اگر چار ماہ کے اندر صحبت کرلے تو قسم کا کفارہ دینا پڑیگا۔ جمہور کے مطابق ایلاء کی قسم کا کفارہ ایک دن میں دس مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا کپڑے پہنانا یا غلام آزاد کرنا ہے اگر یہ نہ ہو سکے تو تین دن روزہ رکھنا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License